International Research Journal of Religious Studies, Vol.:5, Issue: 01,Jan-June 2025 PP: 55-69

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

افراد کی تربیت واصلاح معاشرہ رکاوٹیں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تدارک

TRAINING AND IMPROVEMENT OF INDIVIDUALS, SOCIAL OBSTACLES AND REMEDIES IN THE LIGHT OF ISLAMIC TEACHINGS

Muhammad Akram ul Haq
Assistant Professor of Islamic Studies Govt. Islamia College Lahore Cantt, Lahore.
Email: prof.akramulhaq@gmail.com

Dr. Abdullah
Assistant Professor of Islamic Studies Govt. Islamia College Lahore Cantt, Lahore.
Email: dr.abdullahfaruqi@gmail.com

Abstract

For the reformation of any society, it is necessary to train the individuals of the society because the society is made of individual. For the righteous society it is important to prepare such people who will play an important role for the reformation and development and prosperity of the society what is the role of training of the individual in the reformation of the society how and individual can reform society is discussed in this article.This article also explains how useful woman can be in reforming society. This article also discusses the social responsibilities of an individual. It has also been highlighted such individuals can be produced by developing the curriculum on Islamic lines which is helpful for righteous society. The need and importance of youth training for reforming the society has been discussed. The article also draws attention to what obstacles stand in the way of righteous society today and how can they be eliminated.

Key Words: *Society, Training, Man, Barriers, Remediations.*

CC BY

موضوع کا تعارف

افراد کی تربیت کسی بھی معاشرے کی اصلاح کے لیے لازمی تقاضا ہے۔کیونکہ معاشرہ افراد سے ہی بنتا ہے۔اگر افراد کی تربیت اس طریقے سے کر لی جائے جو معاشرے کے لئے مفید ہو تو معاشرے کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔

مفتی محمد شفیع بیان کرتے ہیں:

"تربیت اُس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعائیت کرتے ہوئے بدرجہ آگے بڑھایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے۔"[1]

ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں:

"جس چیز کو ہم تعلیمی اصطلاح میں تربیت کہتے ہیں شرعی اصطلاح میں اُسے تزکیہ کہا جاتا ہے۔"[2]

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا[3]

"تحقیق جس نے تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔"

ایک صالح معاشرے کی بنیاد انسانوں کا تزکیہ ہوتا ہے۔قرآن مجید نے تربیت کے بارے میں مختلف احکامات بیان کر کے عرب کے جاہلی معاشرے کو دنیا کی مہذب ترین قوم بنا دیا۔

عثمان نجاتی کے بقول:

"قرآن نے اہل عرب پر زبردست اثر ڈالا ان کی شخصیتوں میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں۔اخلاق و کردار بدل دیئے گئے۔زندگی کا رُخ پھیر دیا۔اُن سے ایسی جماعت تیار کی جو بلند اخلاق و اقدار کے علمبردار تھے۔"[4]

قرآن مجید نے انسانی تربیت کے لیے درج ذیل امور کو خصوصی اہمیت دی۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[5]

"جنوں اور انسانوں کو صرف اُس (اللہ) کی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"

تقویٰ اور خوف خدا رکھنے والے انسان کو کامیاب قرار دیا گیا۔

وَاتَّقُوا اللَّـهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[6]

"اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

قرآن نے خود کو بھی اور اہل و عیال کو دوزخ سے بچانے کا حکم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا[7]

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ،اسلام نہ صرف انفرادی طور پر انسانیت کی اصلاح کا حکم دیتا ہے بلکہ اسے اجتماعی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔"

المختصر قرآن مجید نے ماشرے کی اصلاح کے لیے انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا فطری دستور قائم کیا جو ہر

زمانے کی ضروریات کے عین مطابق ہے۔

اصلاح معاشرہ کے لیے تعلیم وتربیت کی ضرورت واہمیت:

کسی بھی معاشرے کی اصلاح کے لیے افراد کی تربیت لازمی تقاضا ہے۔ کیونکہ افراد کے مجموعے کا نام ہی معاشرہ ہے۔ اگر افراد کی تربیت صحیح ہو گی تو معاشرہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ اس دنیا میں سب سے بڑا اور مقدم فرض انسانیت کی اصلاح و تربیت ہے۔ عصر حاضر میں انسان زر کا غلام بن چکا ہے۔ دولت کی خاطر ایمان بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ اسلامی نظام معیشت اور فکر و شعور کی کمی ہے۔ اگر آج اسلامی خطوط پر انسانی تربیت کا لائحہ عمل بنایا جائے تو ایک فلاحی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کا نظام تربیت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ جس میں معاشرتی تربیت کے تمام اخلاقی اور قانونی ضابطے موجود ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہو کر ایک اسلامی فلاح ریاست دنیا کے نقشے پر آسکتی ہے۔

تربیت انسانی بذریعہ تعلیم:

افراد معاشرہ کی اصلاح کے لیے تعلیم کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ تعلیم مہذب معاشرے اور زندہ قوموں کی علامت ہوتی ہے۔ کمزور ترین معاشرے کو طاقتور بناتی ہے۔ تعلیم کا مقصد افراد میں صالح فکر کا فروغ ہوتا ہے۔ تاکہ معاشرہ باہمی اخوت و ہمدردی کا جذبہ رکھے۔

آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فريضة علم كل مسلم[8]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"

اس میں بغیر کسی تفریق کے ہر شخص پر فرض کر دیا گیا کہ وہ تعلیم حاصل کرے۔ بلکہ خاندان کے سربراہ کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کرے۔ ریاست کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ رعایا کے لیے تعلیم کا حصول آسان بنائے۔

ڈاکٹر محمد احمد غازی بیان کرتے ہیں:

"علوم کی تنقید و تنقیح کے کام کے لیے تاریخ شاید ہمیں مزید مہلت نہ دے گی۔ اگر ہم نے مستقبل قریب میں اس سلسلے میں کچھ کام کر لیا تو ٹھیک و گرنہ اسلامی اقدار کا احیاء ایک خواب ہی رہ جائے گا، بلکہ تغیر پیہم کی اس دنیا میں اپنا ملی وجود برقرار رکھنا بھی ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا۔"[9]

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لیے تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اور طالب علموں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جائے۔ تاکہ ایک کامیاب فلاحی اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے۔

نصاب تعلیم کی تربیتی جہات:

مسلم معاشرے کے قیام کے لیے افراد معاشرہ کا مزاج دینی ہونا لازمی ہے۔ اس کے لیے ایسے نصاب تعلیم کی ضرورت ہے جو نسلِ نو کی تعمیر سیرت اور اِن میں قائدانہ صلاحیتیں اجاگر کر سکیں۔ تاکہ ایک صالح معاشرے کا قیام عمل میں آسکے۔ نصاب تعلیم کی بنیاد یہ ہے کہ دین انسان کی فطری ضرورت ہے۔ اسلام نہ تو رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور نہ ہی دنیا میں مگن ہو جانے کو صحیح سمجھتا ہے۔

ابو الحسن ندوی لکھتے ہیں :

"جب سے علم کا رشتہ رب کائنات سے ختم ہو گیا تب سے یہ تباہی اور بربادی آئی ہے۔ جو علم اللہ کے نام سے الگ ہو کر چلا وہ قابل اعتبار نہ رہا۔ اس علم سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے۔"

مزید آگے لکھتے ہیں :

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا مالک کون ہے؟ نیکی اور بدی میں کیا فرق ہے؟ ہمارا خالق ہم سے چاہتا کیا ہے؟ وہ ہمیں کونسا عقیدہ دیتا ہے؟ کائنات، عام انسانوں، دنیا اور اپنی ذات کے متعلق کیا طرز عمل ہونا چاہیے؟"[10]

نصاب کی تشکیل میں ایسے مواد کا انتخاب ضروری ہے جس میں جدید نسل کی فکری و ذہنی تشکیل کر کے اُسے ایسی منزل کی طرف رواں دواں کیا جائے کہ وہ اسلاف کے احکامات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اس کے علاوہ اس نصاب کو پڑھانے والے اساتذہ کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کی جائے۔ تاکہ ایسے افراد تیار ہوں جو صالح معاشرہ قائم کرنے میں معاون ثابت ہو سکیں۔

اصلاح معاشرہ کے لیے نوجوانوں کی تربیت:

نوجوان کسی بھی معاشرے کے اہم رکن ہوتے ہیں۔ نوجوانی میں انسانی قوی مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں۔ نوجوانی کا عرصہ عموماً پندرہ سے چالیس سال کی عمر تک ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس بارے میں ارشاد ہے

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً[11]

"حتیٰ کہ وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کا ہوگا۔"

نوجوانی کی عمر اللہ کی خاص نعمت ہوتی ہے۔ یہ دورانیہ عمر کا بہترین حصہ ہوتا ہے۔ عقل و شعور اپنے کامل کو پہنچ جاتا ہے۔ اسی عمر میں انسان کے بگڑنے کے خطرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لیے عمر کے اس حصے میں انسان کو اعمال صالحہ کو اپنانا چاہیے اور گناہوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ تاکہ اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہو سکے۔ دور جدید میں نوجوانوں کی بڑی تعداد لہو و لعب میں مشغول رہتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی تربیت صحیح طریقے سے نہیں کی گئی۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے نوجوانوں کی تربیت فرمائی۔ نوجوانوں کی تربیت کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان میں ایمان کو پختہ کیا جائے۔ اور ان کے دل میں یقین آ جائے کہ اللہ کی اطاعت میں کامیاب زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم سے آشنائی نوجوانوں کی تربیت کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن کی تعلیم سے مراد صرف قرآن کا حفظ کرنا یا تلاوت کرنا مراد نہیں۔ بلکہ اس کے معنی و مفہوم میں غور و فکر کر کے اس پر عمل کرنا ہے۔ قرآن کی تعلیم سے تمام گوشہ ہائے زندگی کے متعلق رہنمائی مل جاتی ہے۔ اگر نوجوان کتاب و سنت کو سمجھتے ہوئے علوم نافعہ کا مطالعہ کریں تاکہ کائنات کی تعمیر اور دنیا کی تسخیر کے لیے جدوجہد میں حصہ ڈالا جائے۔ نوجوانوں کی تربیت کے لیے اللہ کا خوف ان کے دل میں ڈالنا لازمی تقاضا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّـهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا[12]

مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف سے کانپ جاتے ہیں۔ اور اللہ کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

نوجوانوں میں اسلام سے بیزاری کی بڑی وجہ اللہ کا خوف دل میں نہ ہونا ہے۔ فکرِ آخرت بھی نوجوانوں کی اصلاح کے لیے ضروری ہے۔ اس کے لیے قبروں کی زیارت کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی تربیت نوجوانوں کو دینی چاہیے۔ تاکہ نیکی کا جذبہ پروان چڑھ سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[13]

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، گناہ اور سرکشی میں تعاون نہ کرو۔

نئی نسل میں اس فکر کو پروان چڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اگر امت مسلمہ صحیح طریقے سے ادا کرے تو نوجوانوں کی تربیت عمدہ طریقے سے ہوسکتی ہے۔ اس کو ترک کرنے سے معاشرہ پستی کا شکار ہو جاتا ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع رقم طراز ہیں:

اولاد کو صحیح تعلیم وتربیت نہ دینا، جس سے وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور فکرِ آخرت سے غافل رہیں۔ بد اخلاقی اور برائیوں میں گرفتار ہوں، قتل اولاد سے کم نہیں۔[14]

آنحضور ﷺ نے عرب کے جاہلی معاشرے میں جہاں بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ اولاد کی پرورش اور تربیت کا حکم دیا۔ والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔ آج کل سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ والدین معاشی جدوجہد میں اتنے الجھے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی حقیقی ذمہ داری اولاد کی تربیت کو بھول جاتے ہیں۔ اولاد کو انفرادی توجہ نہیں دے پاتے۔ اولاد کی مادی ضروریات کو پورا کرنا ہی فرض سمجھتے ہیں۔ لہٰذا بچے والدین کی نگرانی میں نہیں رہتے۔ چنانچہ سوشل میڈیا کے عام استعمال کی وجہ سے منفی سرگرمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اصلاح معاشرے کے لیے خاندان کی تربیت اس لیے ضروری ہے کہ خاندان ہی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ بہت سے خاندان مل کر معاشرہ کی تشکیل کرتے ہیں۔ خاندان افراد کی تعمیرِ شخصیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ خاندان کے افراد معاشرے کے افراد بھی ہوتے ہیں لہٰذا اگر خاندان میں افراد کی تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جائے تو صالح معاشرے کا قیام عمل میں آسکتا ہے۔ عصرِ حاضر میں خاندانی نظام اخلاقی زوال کا شکار ہے۔ مغرب کا خاندانی نظام تو بالکل تباہ ہو چکا ہے جبکہ مسلم معاشرے میں خاندانی نظام بہت مضبوط ہے۔ لیکن اب اس میں بھی دراڑیں آگئی ہیں۔ کیونکہ مادہ پرستی انسانی معاشرے میں عام ہو چکی ہے۔ معاشرے میں مادی ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام تو ہے۔ لیکن روحانی ضروریات کی تسکین کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کی اصلاح کے لیے اس کی بنیادی اکائی خاندان کی تربیت اسلامی خطوط پر استوار کی جائے۔ تاکہ صحیح اسلامی معاشرہ قائم ہوسکے۔

خواتین کی اخلاقی تربیت اور فلاحی معاشرہ میں کردار:

اسلام اخلاق حسنہ سے مزین معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے جاہلی معاشرہ میں ایسے افراد تیار کیے جو اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ آپ ﷺ نے خواتین کی اخلاقی تربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ اُس زمانے کی عورتیں امہات المومنین سے مسائل پوچھتی تھیں۔ خصوصی طور پر حضرت عائشہ نے خواتین کی تعلیم وتربیت میں خصوصی کردار ادا کیا۔ انہوں نے خواتین میں اخلاق حسنہ کو اجاگر کیا۔ ایک مسلمان عورت کی اخلاقی تربیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ دورِ حاضر میں مسلم خواتین اخلاقی

گراوٹ کا شکار ہیں۔ اسلام نے جو اخلاقی اصول بیان کیے ہیں۔ خواتین کی اخلاقی حالت اس سے متضاد ہے۔ نرمی، بردباری، ایفائے عہد، غیبت، میاں بیوی اور ساس بہو کے جھگڑے، دوسروں کی دل آزاری اور حق تلفی کا رجحان عام پایا جاتا ہے۔ بے جازیب و زینت، فحاشی و عریانی اور دکھاوا خواتین میں رچ بس چکا ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ کی زندگیاں خواتین کے لیے نمونہ ہیں۔ جو خوش اخلاقی، صلہ رحمی، خوش اخلاقی، فکر آخرت، سادگی، اور سچائی جیسی صفات سے متصف تھیں۔ ایک اسلامی فلاحی معاشرہ جس میں بہترین ضابطہ حیات اسلام ہو، اس میں خواتین کا بنیادی کردار ہوتا ہے، کیونکہ صالح معاشرے کے قیام کے لیے عورت کی گود ہی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ اگر عورت کی تربیت صحیح ہوگی تو اس کی گود سے جنم لینے والے افراد معاشرے کے اہم رکن بنیں گے۔ عورت معاشرے کا وہ بنیادی عنصر ہے جو معاشرے کو اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل افراد تیار کر کے دے سکتی ہے۔ جو معاشرے کی فلاحی کامیابی کے ضامن ہوں اور اس کے برعکس بھی عورت کر سکتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے خواتین کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی ہے۔

ایک عربی شاعر کے بقول:

"الأم مدرسة اذا اعددتها أعددت شعبا الاعراق"[15]

ماں ایک مدرسہ ہے اگر تم اسے تیار کرو تو گویا تم ایک اچھی نسل تیار کرتے ہو۔

دنیا میں جتنے عظیم انسان گزرے ہیں۔ ان کی تربیت میں ماں کا بنیادی کردار رہا ہے۔ خاندان میں بھی عورت کا کردار اہم ہوتا ہے۔ عورت گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔ وہ خاندان کی تشکیل کرتی ہے۔ اچھی تربیت کی عورت خاندان کو جوڑے رکھتی ہے۔ عورت بحیثیت بیوی شوہر کی اطاعت کرتی ہے۔ وہ اُس کی عزت اور مال کی حفاظت کرتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّـهُ[16]

پس نیک بیویاں اطاعت شعار، شوہروں کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت کے ساتھ (اپنی عزت کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

اسلام عورت کی تربیت کے سلسلے میں عورت کو اپنی نگاہ پاک رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ[17]

مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں

اسلام خواتین کو مردوں کے ساتھ سنجیدگی سے بات کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ جنس مخالف میں کوئی غلط خیال پیدا نہ ہو۔

عورت افراد معاشرہ میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو پروان چڑھاتی ہے۔ اقامت دین اور اشاعت دین میں بھی عورت کا کردار اہمیت کا حامل ہے۔

جلال الدین عمری لکھتے ہیں کہ:

عورتوں کی اصلاح کے لیے عورتیں کام کریں، عورتوں کی نفسیات، مسائل، خوبیوں اور خامیوں سے مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ واقف ہوتی ہیں اور اسے حل کر سکتی ہیں۔ اگر خواتین اس محاذ کو سنبھال لیں تو دعوت و تبلیغ کا مسئلہ حل ہو جائے۔[18]

عورت معاشرے کا مفید رکن ہے جو معاشرے کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ اسلام نے عورت کو نسلِ نو کی تربیت کا ذمہ دے کر کائنات کی معتبر ہستی بنا دیا ہے۔ اگر عورت اسلام کے دیئے ہوئے دائرہ کار سے باہر نکل گئی تو وہ فطرت کے خلاف کام کرے گی۔ جس سے وہ اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے سے قاصر رہے گی۔ اور معاشرہ ترقی نہیں کر سکے گا۔ عصرِ حاضر میں جو مسائل ہیں۔ ان کی بڑی وجہ خواتین کی تعلیم و تربیت کی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے افراد معاشرہ کی صحیح تربیت نہیں ہو پا رہی اور ایک صالح معاشرہ تشکیل پانے میں مشکل پیش آ رہی ہے۔

فرد اور معاشرہ کا باہمی تعلق:

اسلام نے جو ضابطہ حیات پیش کیا ہے۔ وہ فرد کی فکری تربیت بھی کرتا ہے۔ اور اُسے جماعت کے ساتھ منسلک کرتا ہے۔ فرد کی فطرت میں یہ بات رکھ دی گئی کہ وہ اجتماعیت کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے۔ لہٰذا افراد اور اجتماعیت لازم و ملزوم ٹھہرے۔ اسلام فرد کی اصلاح اور تربیت اس لیے کرتا ہے کہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کی جا سکے۔ فرد اپنی صلاحیتوں سے اور سیرت و کردار سے معاشرے میں توازن پیدا کرتا ہے۔ نئے افکار معاشرے کو عطا کرتا ہے۔ صالح معاشرہ فرد کو صحیح عقائد دیتا ہے۔ تہذیب و تمدن کو مستحکم کرتا ہے۔ زندگی کا نصب العین دیتا ہے۔ معاشرہ فرد کو اپنی صلاحیتیں نکھارنے کا موقع دیتا ہے۔ دراصل صالح افراد ہی صالح معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں۔ فرد اور معاشرے کے درمیان اگر افراط و تفریط کا رویہ اپنایا جائے تو مقصودِ حیات متاثر ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر صرف فرد کی اصلاح پر ہی زور دیا جائے تو توازن بگڑ جاتا ہے۔ اصلاح کے نام پر رہبانیت عام ہو جاتی ہے۔ نفس کی اصلاح کرنے کی غرض سے گوشہ نشینی اختیار کی جاتی ہے اور ایسے صالح افراد تیار نہیں ہوتے جو معاشرے کی اجتماعی ہیئت کو متحرک کر سکیں۔ اگر اجتماعیت کو سنوارنے کے لیے فرد کو نظر انداز کر دیا جائے تو معاشرہ ان افراد سے محروم ہو جائے گا۔ جن کی صلاحیتوں اور اعلیٰ سیرت و کردار سے معاشرے کو تقویت ملتی ہے لہٰذا اسلام فرد اور اجتماعیت دونوں کو یکساں اہمیت دیتا ہے۔ اسلام افراد کی اصلاح اور شخصیت کی تعمیر پر زور دیتا ہے، تو صالح معاشرہ خود بخود پروان چڑھتا ہے۔ عبدالحمید صدیقی بیان کرتے ہیں:

فرد کی شخصیت کی تعمیر اور تکمیل جماعت کی اصلاح اور اجتماعی نظام کی بہتری پر منحصر ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فرد کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ مگر اُسے ایسا رکھا نہیں۔ اجتماعی تعلقات ہی فرد کی نشو و نما کے ضامن ہوتے ہیں۔ اس کی صلاحیتیں ان کی بدولت ابھرتی ہیں۔ فرد کی امتحان گاہ جس میں اُسے اپنی صلاحیتوں کو بہرہ مند کرنے کا موقع ملتا ہے۔ وہ اس کی اجتماعی زندگی ہے[19]

اسلام فرد کو آزادی تو دیتا ہے لیکن جماعتی مفادات کو پس پشت ڈالنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگرچہ احکام الٰہی فرد کی اصلاح پر زیادہ زور دیتا ہے۔ لیکن اجتماعی زندگی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ اسلام نے فرد کی فکری تربیت اور اجتماعیت کی تشکیل کیے لیے ایمان باللہ والرسول اور فکر آخرت کو مرکز و محور بنایا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء نے فرد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے سب سے پہلے توحید کی دعوت دی۔ لیکن ہر زمانے کے انسانوں کی بڑی تعداد نے اس کی مخالفت کی۔ کیونکہ کثرت پرستی انہیں الٰہ واحد کو ماننے پر تیار نہیں ہونے دیتی تھی۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مقالہ نگار لکھتا ہے:

کہ کمال توحید یہ ہے کہ نفس میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے وہ بے اختیار اللہ کو اپنی ذات، صفات اور فعال

میں یکتا جان لے۔[20]

انسان کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لیے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس فکری تربیت کا نقطہ آغاز ہے۔ عبادات اور معاملات و اخلاق اجتماعی زندگی کے لوازمات ہیں اور ان بنیادی عقائد کی روشنی میں زندگی کے ہر گوشے میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ عقیدہ آخرت فرد کی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى[21]

کہہ دو کا مال و متاع کم ہے اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

لہٰذا انسان میں آخرت کا تصور اجاگر کر کے اس کے ذہن میں یہ بات راسخ کی جاتی ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ اس کے فوائد اور کامیابیاں بھی عارضی ہیں۔ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ جس کو دوام ہے۔ جب فرد ان عقائد پر پختہ یقین کر لیتا ہے اور اس نظریے کے ساتھ اپنی اجتماعی معاملات کو حل کرتا ہے تو وہ ایک صالح معاشرے کے قیام میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ کسی بھی معاشرے کے افراد نیک اور صالح ہوں گے تو معاشرہ بھی ایک مثالی اور فلاحی معاشرہ کہلائے گا۔

اصلاح معاشرہ اور فرد کی ذمہ داری:

معاشرہ کی اصلاح کے لیے فرد کی اصلاح لازمی تقاضا ہے۔ اس کے لیے فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اصلاح کی بھی فکر کرے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے۔ اب ان پہلوؤں پر غور کیا جائے گا۔ جن کی طرف افراد کی توجہ مبذول کروا کر ان میں معاشرے کی اصلاح کے لیے اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کی طرف راغب کیا جائے۔ جو درج ذیل ہیں

قرآن و حدیث کی پیروی:

اصلاح معاشرہ کے لیے افراد کا قرآن و سنت سے تعلق کو مضبوط کرنا ہوگا۔ اس میں اجتماعی زندگی کے تمام امور کا حل موجود ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما : كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم۔[22]

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ۔

جب تک اُمت مسلمہ قرآن و سنت پر عمل کرتی رہی۔ دنیا پر حکمران رہی۔ اور ایک بہترین معاشرہ کو قائم کیے رکھا۔ جونہی قرآن و سنت سے تعلق کمزور ہوا زوال ان کا مقدر ٹھہرا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے دروس کے حلقے قائم کیے جائیں۔ قرآن کو ترجمے کے ساتھ پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ بچوں کو سکول میں ترجمے کے ساتھ قرآن سکھایا جائے۔ تاکہ ایک صحت مند اور اسلامی معاشرہ قائم ہو سکے۔

حلال و حرام کی تمیز:

افراد کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ اُن میں حلال اور حرام کا شعور اجاگر کیا جائے۔ کیونکہ اس سے بہت سی معاشرتی بیماریوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

رزقِ حلال کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَا اَيّهَا النّاسُ كُلُو مِمّا فِى الَارضِ حَلٰلاً طَيِباً[23]

اے لوگو! زمین میں حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

لوگوں میں اس شعور کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ حلال اور مفید چیزوں کو استعمال کریں۔ حرام اور خبیث چیزوں مثلاً نشہ آور اشیاء سے اجتناب کریں۔ اسلام نے حلال اور حرام کو واضح کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْحَلاَلَ بَيِّنٌ، والْحَرَامَ بَيِّنٌ، وبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ[24]

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح اور ان کے درمیان متشابہ امور ہیں۔

اسلام نے اُن تمام چیزوں کو حلال قرار دیا ہے جن کے حرام ہونے میں واضح دلیل موجود نہ ہو۔ اور نبی کریم ﷺ متشابھات سے اجتناب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ افراد میں قناعت، کفایت شعاری اور صبر و شکر کی صفات پیدا کی جائیں۔ تاکہ لوگ اس سودی معاشرے میں حرام ذرائع آمدنی سے بچنے کی کوشش کریں۔

عدل و انصاف جس معاشرے میں عدل ہوگا وہ معاشرہ ترقی کی طرف گامزن ہوگا۔ ظلم سے معاشرہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسلام ہمیں عدل کا حکم دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّـهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ[25]

اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ زندگی کے تمام معاملات میں عدل سے کام لے، تاکہ معاشرے میں توازن قائم رہے۔

حدود و قصاص کا نفاذ

اس وقت دنیا میں بدامنی، فساد، سرکشی اور ہلاکتیں عام ہو چکی ہیں۔ امت مسلمہ خلفشار میں مبتلا ہو کر تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اس کی بڑی وجہ حدود اللہ کا نافذ نہ ہونا ہے۔ معاشرے کو پُرامن بنانے کے لیے حدود اللہ کا نفاذ ضروری ہے۔ اس سے فرد اور معاشرے کی اصلاح بھی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ[26]

تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

جب فساد فی الارض کے مرتکب افراد کو سزائیں ملیں گی تو معاشرہ میں امن و امان قائم ہوگا۔ یہ کام ریاست ہی کر سکتی ہے۔

اتحاد و اتفاق:

آج امت مسلمہ قومیت کے نام پر تقسیم ہو چکی ہے۔ وطن کی محبت کے نعرے کی وجہ سے خود غرضی نے جنم لے لیا ہے۔ اسلام نے انسانوں کے منتشر گروہوں کی شیرازہ بندی کر کے ان کے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ جب تک امت مسلمہ ایک جسد واحد کی طرح رہی دنیا میں اسے عزت ملتی رہی۔ جب منتشر ہو کر دوسروں سے عزت حاصل کرنے کی کوشش کی ذلیل و رسوا ہو گئے۔ اس لیے امت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق کی سخت ضرورت ہے۔ فرقہ واریت، قومی، نسلی، وطنی اور لسانی عصبیت نے اسلامی

معاشرے میں انتشار پھیلادیا ہے۔آج اتحاد واتفاق کی سخت ضرورت ہے تاکہ اسلامی وحدت قائم ہوسکے۔ارشادِ ربانی ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰـهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[27]

اللہ کی رَسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھنے کے لیے سیرت النبی ﷺ پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ ایک اللہ، ایک نبی، ایک قبلہ، ایک امام، روزے اور حج جیسے تمام امور میں اتحاد واتفاق کی تربیت ملتی ہے۔

میڈیا وصحافت کی اصلاح:

عصر حاضر میں میڈیا کا انسانی زندگی پر بڑا گہرا اثر ہے۔ میڈیا انسانی فکر کا رُخ بدل دیتا ہے۔ معاشرے میں بے راہ روی اور بدعملی میں میڈیا کا بڑا کردار ہے۔ کیونکہ میڈیا پر ان لوگوں کا کنٹرول ہے جو مغربی تہذیب اور سیکولرزم کے علمبردار ہیں۔ جس سے لوگ مذہب سے بیزار ہورہے ہیں۔ اگر آج میڈیا پر اسلامی ذہن رکھنے والے لوگ اپنا اثر ورسوخ بڑھائیں تو معاشرے اور افراد کی اصلاح بڑی آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ لوگوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر میڈیا لوگوں کو غلط راستے کی طرف لے جاسکتا ہے تو اسی میڈیا سے لوگوں کی اصلاح بھی کی جاسکتی ہے۔ ایسے پروگرام نشر کیے جائیں جس میں اخلاقیات اور کردار سازی کے متعلق معلومات فراہم کی جائیں تو اس سے افراد کی اصلاح کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ عقائد کی اصلاح، تعلیم کی تشکیل نو، اور خاندان کے استحکام کے لیے عملی جدوجہد ضروری ہے۔ اس سے فرد کی تربیت احسن انداز سے کی جاسکتی ہے۔ درج بالا اقدامات سے فرد اور معاشرے میں ذمہ داری کا احساس اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ تاکہ ایسے ایسے صالح افراد تیار ہوسکیں جس سے صالح اور نیک معاشرے کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔

صالح معاشرہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور تدارک:

عصر حاضر میں انسان فکری تصادم کی وجہ سے پراگندگی کا شکار ہے۔ مغربی تہذیب پوری قوت سے اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ مسلم معاشرے پر غالب ہے۔ مسلمان اسلامی اقدار کا سرے سے انکار بھی نہیں کرتے اور مغربی تہذیب سے بھی متاثر ہیں۔ اور اُسے کامیابی کی ضمانت سمجھتے ہیں۔ لہٰذا معاشرہ بہت سے مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ جس کو حل کرنے کے لیے وہ کوشش تو بہت کرتا ہے۔ لیکن ان مسائل کا حل صرف آنحضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے عرب کے جاہلی معاشرہ کو دنیا کا سب سے مہذب معاشرہ بنادیا۔

کسی بھی معاشرے کی اصلاح میں بڑی بڑی رکاوٹیں درج ذیل ہوتی ہیں۔

ناپختہ ایمان:

ناپختہ اور متزلزل ایمان مثالی معاشرے کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اور بہت سی معاشرتی خرابیوں کی بنیاد ہے۔ مسلم معاشرہ عالمی سطح پر کمزور ایمان کا شکار ہے۔ بین الاقوامی طاقتیں مسلسل اس بات کی کوشش کررہی ہیں کہ مسلمانوں میں اسلامی روح کو نکال دیا جائے۔ اس کے لیے وہ اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرکے نئی نسل کو دین سے بیزار کررہے ہیں۔ آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو پختہ اور غیر متزلزل ایمان کی طرف راغب کیا جائے۔ تاکہ معاشرہ ترقی کی طرف گامزن ہوسکے۔

اخلاقی گراوٹ:

آج کا معاشرہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کا شکار ہے۔ جس میں بہت سے معاشرتی، سیاسی اور معاشی مسائل جنم لے رہے ہیں۔ شخصیت کی تعمیر میں اخلاق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اگر یہ بگڑ جائے تو پوری انسانی زندگی کی سمت بدل جاتی ہے موجودہ معاشرے میں اخلاقیات کی تربیت کے لیے کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اخلاقی پستی کے نقصانات کا ادراک کیا جارہا ہے۔ فحاشی اور عریانی عام ہونے کی وجہ سے اسلامی اقدار کے فروغ میں مشکلات درپیش ہیں۔ خود غرضی اور ذاتی مفادات کے حصول کے رجحان نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اخلاقیات کی بات کرنے والے کو احمق سمجھا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت کا فقدان:

صالح معاشرے کے قیام میں ایک بڑی رکاوٹ علم کی کمی ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے تعلیم ناگزیر ہوتی ہے۔ یہ کام تعلیمی ادارے انجام دیتے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ تعلیمی ادارے جو تعلیم دے رہے ہیں۔ وہ ایسے افراد تیار ہی نہیں کر رہے۔ جو صالح معاشرے کو مطلوب ہیں۔ مخلوط نظام تعلیم نے معاشرے کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ تعلیم کا مقصد ڈگری حاصل کرنا اور پھر ملازمت یا کاروبار کر کے زیادہ سے زیادہ دولت کمانا رہ گیا ہے۔ تعمیرِ سیرت کا تعلیم سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ تعلیمی اداروں کا مقصد زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا ہوتا ہے۔

سہل پسندی:

اسلام متحرک زندگی کا داعی ہے۔ جبکہ ہمارا معاشرہ سہل پسندی، سستی اور کاہلی کا شکار ہو چکا ہے۔ مثالی معاشرہ کے قیام کے لیے جانفشانی سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ ایک مسلسل عمل ہوتا ہے جان جوکھوں پر ڈالنا پڑتی ہے۔ لیکن ہمارے کاہل اور سست افراد ایسی تدابیر سوچتے ہیں کہ بغیر محنت کے ان کے مسائل حل ہو جائیں۔ ہر کوئی راتوں رات امیر بننے کا خواہاں ہے۔ ہر کسی کی خواہش ہے کہ ایک اسلامی فلاحی معاشرہ قائم ہو جائے۔ لیکن اُسے خود کچھ نہ کرنا پڑے اور نہ ہی اس کے ذاتی مفادات کو کوئی نقصان پہنچے۔

غربت:

ہمارا معاشرہ غربت و افلاس کا شکار ہے۔ کروڑوں انسان خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ بھوک سے سینکڑوں لوگ مر رہے ہیں۔ ایسے میں افراد کی تربیت و اصلاح کی بات کرنا کیسے ممکن ہے۔ جب لوگ روٹی کی خاطر اپنے ایمان کو بھی قربان کر دیتے ہوں۔ غربت و افلاس کی وجہ سے صالح معاشرہ کے قیام میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔

تعصب:

افراد میں پائے جانے والے مختلف تعصّبات صالح معاشرہ کے قیام میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ قوم پرستی، فرقہ واریت، لسانیت اور دیگر گروہی تعصّبات نے معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ کالے اور گورے کے فرق نے انسان کو تقسیم کر دیا ہے۔ فرقہ واریت مساجد سے نکل کر بین الاقوامی سطح پر آچکی ہے۔ ایران اور سعودی عرب کے اختلافات ہمارے سامنے ہیں۔

خود غرضی:

مادہ مادہ پرستی کے اس دور میں ہر انسان صرف اپنی ذات کی حد تک سوچتا ہے۔ اجتماعی مفادات اس کی ترجیح میں شامل نہیں۔ جبکہ مثالی معاشرے میں ہر شخص دوسرے سے منسلک ہوتا ہے ایسے میں جب ہر انسان خود غرض ہو معاشرے کی اصلاح

کے لیے اقدامات کیسے ممکن ہو سکتے ہیں۔

ظلم و استحصال:

صالح معاشرے کی ایک بڑی رکاوٹ معاشرے میں بڑھتا ہوا ظلم و استحصال ہے۔ معاشرے میں ظلم و استحصال کا فروغ اس لیے ہوا کہ عدل و انصاف کا فقدان ہے۔ معاشرے میں جب عدل ختم ہوتا ہے تو معاشرہ ظلم و بربریت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور معاشرے میں ابتری پھیل جاتی ہے۔ افراد اور معاشرے کی اصلاح میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

عدم تحفظ:

آج معاشرہ کا کوئی بھی فرد خود کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ کسی بھی وقت اور کہیں بھی کسی کے عزت، مال اور جان پر حملہ کیا جاسکتا ہے۔ تمام مسلم ممالک اس مسئلے سے دوچار ہیں۔ افراد کی اصلاح کے لیے پُرامن معاشرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ درج بالا مسائل صالح معاشرے کے قیام میں بڑی رکاوٹیں ہیں جب تک ان کو دور نہ کیا جائے تو ایک مثالی معاشرے کے قیام کا خواب مکمل نہیں ہو سکتا۔

اگر درج ذیل اقدامات کیے جائیں تو ان کا سدِ باب کیا جاسکتا ہے۔

(1) اسلام ہمیں تمام شعبہ ہائے زندگی میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جب تک معاشرے کو اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ڈھالا جائے گا۔ صالح معاشرہ کا قیام ممکن نہیں ہو سکتا۔

(2) آنحضور ﷺ کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ انہوں نے ایسے مثالی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ جس کی مثال تاریخ انسانی دینے سے قاصر ہے۔ اُس معاشرے کو سنوارا جو دنیا کا سب سے زیادہ جاہل معاشرہ تھا۔ لہٰذا جب تک ہم سیرت نبوی ﷺ سے استفادہ نہیں کرتے۔ مثالی معاشرہ قائم نہیں کر سکتے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّـهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[28]

حقیقتاً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

(3) معاشرے کی اصلاح کے لیے افراد کے ایمان کی پختگی بہت ضروری ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے اس پہلو پر غور کیا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید نے پختہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت دی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّـهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[29]

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ڈٹے رہے۔ پس نہ انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی غم۔

(4) جہالت کا خاتمہ اور تعلیم کو عام کر کے معاشرے کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ مکہ میں دارارقم اور مدینہ میں صفہؓ کو تعلیمی مرکز بنا کر درس و تدریس کا آغاز کیا۔ قرآن بھی اس بارے میں بیان کرتا ہے

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[30]

کہہ دو کیا جاننے والے اور نہ جانے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

تعلیم وتربیت کے مراکز عام کر کے اور علماء اور مدرسین کے ذریعے یہ کام کیا جاسکتا ہے۔

(5) انسانی زندگی کی تعمیر میں اخلاقیات کا اہم کردار ہوتا ہے۔ اخلاقِ حسنہ پر عمل کرنے سے ہی اصلاح ممکن ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے والدین پھر اساتذہ اور علماء کا کردار بہت اہم ہے۔

(6) ایسے معاشرتی اقدامات کیے جائیں جس سے معاشرے میں غربت وافلاس کا خاتمہ ہو۔ اس کے لیے اسلام نے جو معاشی اُصول دیئے ہیں۔ ان پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے زکوۃ اور صدقات کو عام کر کے بھی غربت کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے۔

(7) اللہ کسی قوم کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اس کے لیے جدوجہد نہ کریں۔ لہٰذا انسانوں کو سستی اور کاہلی سے نکال کر محنت کا عادی بنانا ہوگا۔ تاکہ متحرک معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

(8) افراد میں اخوت اور بھائی چارے کو فروغ دیا جائے۔ جب انسان ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں گے تو خود بخود پُر امن معاشرہ قائم ہو جائے گا۔ اسلام نے بھی ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بنایا ہے۔ آنحضور ﷺ نے مدینہ میں مؤاخات قائم کر کے مثالی معاشرے کو قائم کیا۔

(9) افراد میں قوم پرستی کی حوصلہ شکنی کر کے امت واحدہ کے تصور کو اجاگر کیا جائے۔

(10) ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ اُس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ اس تصور کو عام کیا جائے تو پرُامن معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ ایسے صالح مثالی معاشرے کے قیام کی کیا ضرورت ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ہم اسلامی نظام حکومت کی تشکیلِ نو کی بات کرتے ہیں تو اُس کے لیے جب تک افراد کی اصلاح وتربیت کر کے ایک صالح معاشرے کی تشکیل نہیں کی جائے گی۔ نظام حکومت کو اسلامی سانچے میں نہیں ڈھالا جاسکے گا۔ اگر ہم آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ ﷺ نے تیرہ سال تک مکہ میں انسانوں کی تربیت واصلاح کی ایمان اور عقیدے کی پختگی پر زور دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی اعلیٰ اخلاق کی تکمیل قرار دیا۔ خود کو ایک معلم کہا۔ آپ ﷺ کی تربیت کا ہی یہ اثر تھا کہ اُس جاہلی معاشرے سے جو نفوس قدسیہ کی جماعت تیار ہوئی۔ انہوں نے ایک ایسے معاشرے کی بنیاد ڈالی جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی بھی مہذب سے مہذب تر معاشرہ بھی نہ کر سکا۔ جب یہ جماعت تیار ہو گئی تو پھر آپ ﷺ مدینہ میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کو قائم کیا۔ جس کی بنیاد معاشرے کی اصلاح پر رکھی۔ تاریخ گواہ ہے جبکہ تک افراد اسلامی احکامات کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے اسلام دنیا پر غالب رہا۔ جونہی مسلم معاشرہ اخلاقی پستی کا شکار ہوا تو اقتدار بھی اِن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر ہم اسلامی نظام حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے وہ افراد تیار کرنا ہوں گے جو اسلامی معاشرے کو مطلوب ہیں۔

خلاصہ بحث

کسی بھی معاشرے کی تقدیر افراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ صالح افراد صالح معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں۔ اسلام افراد کی اصلاح وتربیت پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تعلیم وتربیت کے لیے آنحضور ﷺ کی سیرت کا مطالعہ لازمی ہے، تعلیم وتربیت افراد اور معاشرے کی اصلاح کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اسلام نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔ اس کے لیے تعلیم کی تشکیلِ نو کی بھی ضرورت ہے۔ نصاب تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کر کے افراد کی تربیت کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ نوجوان کسی بھی معاشرے کے اہم رکن ہوتے ہیں۔ معاشرے کو سنوارنے اور بگاڑنے میں ان کا بڑا کردار ہوتا ہے۔ لہٰذا نوجوانوں کی تربیت اسلامی اُصولوں کے مطابق کرنا لازمی ہے۔ خاندان

معاشرے کا ایک اہم ادارہ ہے۔ جب تک خاندانی نظام مستحکم نہیں ہوگا۔ ایک مستحکم معاشرہ قائم نہیں ہو سکے گا۔ خواتین کے بغیر کوئی بھی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ ایک عورت ہی معاشرے کو تربیت یافتہ افراد مہیا کرتی ہے۔ ماں کی گود انسان کی اولین درسگاہ ہوتی ہے۔ لہٰذا عورت کی اصلاح و تربیت بہت ضروری ہے۔ فرد اور معاشرے کے تعلق کو سمجھتے ہوئے افراد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے۔ صالح معاشرے کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا سدِ باب سیرت طیبہ کی روشنی میں کر کے اسلامی نظام حکومت کی تشکیلِ نو کی جاسکتی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، ادارہ معارف کراچی، 1983ء، 168/1

[2] محمد امین، ڈاکٹر، ہمارا دینی نظام تعلیم، دارالاخلاص لاہور، جون 2004ء، ص: 164

[3] الشمس 9:91

[4] نجاتی محمد عثمان، القرآن اور علم النفس، مترجم فہیم اختر ندوی، الفیصل ناشران، لاہور 2003ء، ص: 300

[5] الذاریات 56:51

[6] ال عمران 130:3

[7] التحریم 6:66

[8] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن ابن ماجہ، ج: 1، القزوینی، السنن، باب فضل اعلماوالحدیث، علی طلب العلم، رقم الحدیث: 224،

[9] غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات تعلیم، مرتبہ سید عزیز الرحمٰن، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، 2017ء، ص: 243

[10] ندوی، مولانا سید ابوالحسن علی، اسلام اور علم، سید احمد شہید اکیڈمی، بریلی، 1433ھ، ص: 36

[11] *Adil, Muhammad, and Dr Sardar Muhammad Saad Jaffar. "Role Of Religious Parties In Legislation In Parliament Of Pakistan (2013-18): A Critical Analysis." Webology 18, no. 5 (2021): 1890-1900.*

[12] *Jaffar, Dr Saad, Dr Muhammad Waseem Mukhtar, Dr Shazia Sajid, Dr Nasir Ali Khan, Dr Faiza Butt, and Waqar Ahmed. "The Islamic And Western Concepts Of Human Rights: Strategic Implications, Differences And Implementations." Migration Letters 21 (2024): 1658-70.*

[13] المائدہ: 2

[14] محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 2008ء، (۳، ۴۸۴)

[15] احمد بن مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، الطبعۃ الاولیٰ، 1365ھ، (۱۶۸،۲)

[16] النسا4:34

[17] النور24:31

[18] سید جلال الدین عمری، مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ص:24

[19] صدیقی، عبدالحمید، انسانیت کی تعمیرِ نو اور اسلام، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور، اشاعت اول، 1976ء، ص:196

[20] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ توحید، دانشگاہ پنجاب، لاہور، طبع ثانی 1426ھ، 2005ء، (۶،۲۸۳)

[21] النساء4:77

[22] مالک بن انس، امام، المؤطا، کتاب الجامع، باب النہی عن القول بالقدر، احیاء التراث العربی، بیروت، 1406ھ، رقم الحدیث:1395

[23] البقرہ20:256

24 بخاری محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من استبرأ الدینہ، مکتبہ دار السلام، الریاض 1998ء، رقم الحدیث:1946

25 النحل16:90

26 البقرہ20:179

27 ال عمران3:103

28 الاحزاب33:21

29 الاحقاف46:13

30 الزمر39:9